سوال نمبر2(الف) (i)

پہلی جنگ عظیم جس میں انگریز کا مقابلہ جرمنی سے ہوا اور ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ ہندوستان کے مسلمان چونکہ ترکی کے سلطان کو حجاز کی خدمت کرنے کی وجہ سے خلیفۂ اسلام سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے مالی اور طبی امداد بھی بہم پہنچائی جس کی وجہ سے حکومت برطانیہ کو مسلمانوں سے عناد پیدا ہوا۔

سوال نمبر2(الف) (ii)

پہلی جنگِ عظیم میں مسلمانوں نے ترکی کی حمایت اس لیے کی کیونکہ ہندوستان کے مسلمان ترکی کے سلطان کو حجاز کی خدمت کی وجہ سے خلیفۂ اسلام سمجھتے تھے اور ترکی کو اسلام کا محافظ مانتے تھے۔

سوال نمبر2(الف) (iii)

حکومت برطانیہ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ہمیں اس جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی تو ہم ترکی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یہ وعدہ محض فریب تھا۔ چنانچہ انگریزوں کو فتح ہوئی تو وہ اپنے وعدے سے پھر گئے اور ترکی کی وسیع سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

سوال نمبر 2(الف) (iv)

(iv)

برطانیہ حکومت کی فریبی اور سلطنت حکومت کو مزید تباہی سے بچانے کے لیے تحریک خلافت شروع ہوئی۔ کیونکہ ہندوستان کے مسلمانوں کو فریب کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچی اور انھوں نے خلافت کے تحفظ کے لیے مولانا محمد علی جوہرؒ اور ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علیؒ کی رہنمائی میں تحریک خلافت شروع کی۔

سوال نمبر 2(الف) (v)

(v)

* شدھی تحریک کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے شروع کی گئی۔
* جبکہ ستگھٹن تحریک کا مقصد ان کو ختم کرنا تھا یعنی مسلمانوں کو۔

سوال نمبر 2(الف) (vi)

(vi)

(مرکزی خیال)

اس عبارت کا مرکزی خیال یہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم کو کہ انگریزوں اور جرمنی کے درمیان لڑی گئی اور ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا اور اس جنگ میں انگریز فتح یاب ہوئے اور برطانیہ نے اپنے وعدے پورے نہ کیے اور ترکی سلطنت کے ٹکڑے کر دیے اور ہندوستان سے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے متعدد تحریک بھی شروع کی گئی۔ ان سب کے سبب مسلمانوں کے دل میں الگ وطن کا جذبہ پیدا ہوا۔

سوال نمبر 2(ب) (i)

(i)

شاعر نے مجاہد اور زاہد کی یہ صفت بیان کی ہے کہ مجاہد اللہ کا نام سن کر ہی کانپ جاتے تھے ان کے دل اللہ کے خوف سے سرشار رہتے تھے جبکہ زاہد صرف اور صرف حق اور سچ کے سامنے اپنا سر جھکاتے تھے۔

سوال نمبر 2(ب) (ii)

(ii)

اسلام نے انسانوں کے دلوں میں خدمتِ خلق کے جذبے کو جگایا۔ کیونکہ اسلام سے پہلے لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور نہ ہی حیوانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا تھا مگر اسلام کے آنے پر سب کو برابر حقوق ملے چاہے وہ انسان ہو یا حیوان۔ لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے احساس اور خدمت کا جذبہ پیدا ہوا۔

سوال نمبر 2(ب) (iii)

(iii)

"اسلام کا ہادی" سے مراد آپؐ (حضرت محمدؐ) کی ذاتِ مبارک ہے۔ آپؐ ہی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے انسانیت کو اندھیروں سے نکالا اور اُجالا انھیں سیدھی راہ دکھائی۔ ہادی کا مطلب ہدایت دینے والا یا ہدایت کی راہ دکھانے والا۔ اس سے ~~مراد~~ آپؐ کی شخصیت مبارک مراد ہے۔

سوال نمبر 2(ج) (i)

i

جنگ میں آکر جب شاعر نے ادھر اُدھر دیکھا تو شاعر اس نتیجے پر پہنچا کہ انسان کی نگاہیں جس طرف بھی دیکھیے اُسے صرف اللہ کی ذات مبارک ہی نظر آتی ہے۔ کائنات کی ہر شے میں اللہ کی ذات عیاں ہے۔ اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ جنگ میں آکر جب میں نے نظریں اُدھر اِدھر پھیرائیں تو اللہ کی ذات کے سوا مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔

سوال نمبر 2(ج) (ii)

ii

شاعر کے مطابق انسان کی مشکلیں اس وقت آسان ہو جاتی ہیں جب انسان ان کا عادی ہو جاتا ہے۔

؎ رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئی۔

شاعر اس شعر میں کہتا ہے کہ میں نے زندگی میں اس قدر غم اور رنج دیکھے ہیں کہ اب میں ان کا اس قدر عادی ہو گیا ہوں کہ اب کوئی نئی مشکل مجھے مشکل نہیں لگتی، کوئی غم میرا اب کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیونکہ میں اب ان کا عادی ہو گیا ہوں۔

سوال نمبر 2(د) (i)

i

مرثیہ :- مرثیہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو لفظ "رثا" سے ماخوذ ہے۔ جس کے لغوی معنی ہے۔ رونا دھونا یا آہ و پکار کرنا۔
"شعر اصطلاح میں مرثیہ سے مراد ایسی نظم ہے جس میں شاعر کسی فوت شدہ شخصیت کا ذکر غم کے انداز میں کرے۔ اس کی خوبیاں اور کمالات کا ذکر غم کے انداز میں کرے مرثیہ کہلاتا ہے۔

مرثیہ کے اجزاء :

1- چہرا 2- سراپا 3- رخصت 4- آمد
5- رجز 6- رزم 7- شہادت 8- بین اور دعا

سوال نمبر 2(د) (ii)

ii

صنعت تلمیح :- "تلمیح کے معنی ہیں اشارہ کرنا۔ ایسی صنعت جس میں کسی تاریخی واقعے، قصے، قرآنی آیات، کسی مشہور شخصیت کا نام کی طرف اشارہ کیا جائے تو اسے صنعت تلمیح کہتے ہیں۔

شعری مثال :-

؎ پیاسی جب بھی سپاہ خدا تین دن کی
ساحل سے سر پٹکتی تھی موجیں فرات کی۔

اس مثال میں "واقعہ کربلا" کی طرف اشارہ ہے۔

؎ ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1)

سوال نمبر 3

حوالہ متن:

سبق کا نام: کافی

شاعر کا نام: مشتاق احمد فاروقی

پیراگراف کی تشریح:

مشتاق احمد فاروقی اردو ادب کے مشہور مصنف ہیں۔ ان کی الفاظ بیان سادہ اور تحریر دلکش ہے اور پڑھنے والے کی مزاح اور قدرت کی ہر چیز کی اہمیت کے بارے میں آگاہی ہے۔ درج ذیل پیراگراف بھی انھی کی ایک تحریر کا حصہ ہے جو کہ "کافی" سے لیا گیا ہے اس میں انھوں نے کافی کی اہمیت اور اس کے وجود کے بارے میں بتا رہے ہیں۔

تشریح طلب پیراگراف میں مصنف کہتے ہیں کہ میرا ایمان ہے کہ قدرت کے کارخانے میں کوئی چیز بے کار نہیں۔ اللہ نے اس کائنات کی ہر چیز کو کسی خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور کیا تم غور نہیں کرتے جو کچھ اس زمین میں ہے اور جو کچھ آسمان میں ہے۔

انسان غور و فکر کی عادت ڈالے (یا محض عادت ہی ڈالے) تو ہر بری چیز میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور نکل آتی ہے۔ لیونارڈو قدرت نے کائنات کی ہر شے میں راز رکھا ہے جس وہ راز عقل والے ہی تلاش کر سکتے ہیں جو کائنات کی چیزوں میں غور و فکر کرتے ہیں۔

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2)

مثال کے طور پر حقہ ہی کو لیجیے۔ معتبر بزرگوں سے سنا ہے کہ حقہ پینے سے تفکرات پاس نہیں پھٹکتے بلکہ میں تو یہ عرض کروں گا کہ اگر تمباکو خراب ہو تو تفکرات ہی پر کیا موقوف ہے کوئی بھی پاس نہیں پھٹکتا۔ یعنی حقے کے اندر جو اشیاء ڈالی جاتی ہیں وہ صحت کے لیے تو ٹھیک نہیں لیکن اس کے کچھ فائدے بھی ہیں۔ اب دیگر ملکی اشیائے خورونوش پر نظر ڈالیے مرچیں کھانے کا ایک آسانی سے سمجھ آنے والا فائدہ یہ ہے کہ ان سے ہمارے مشرقی کھانوں کا اصل رنگ اور مزہ دب جاتا ہے۔ مرچیں کھانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ انسان کے اندر خون کی رفتار تیز کر دیتی ہے۔ چمیرہ گاؤ زبان اس لیے کھاتے ہیں کہ بغیر راشن کارڈ کے شکر حاصل کرنے کا یہی ایک جائز طریقہ ہے۔

"کوئی بھی چیز بے سود پیدا نہیں کی گئی"

مزید مثالیں لے لیں تو جو شاندہ اس لیے گوارا ہے کہ اس سے نہ صرف ایک ملکی صنعت کو فروغ ہوتا ہے بلکہ نفس امارہ کو مارنے کا موقع ملتا ہے یعنی جوشاندہ کھانسی، زکام، قے، خراش اور پیٹ درد جیسے امراض کے لیے بے حد مفید ہے۔ اس کے علاوہ شلغم اس لیے زیر مار کرتے ہیں کہ ان میں وٹامن ہوتا ہے لیکن جدید ریسرچ نے ثابت کر دیا ہے کہ کافی میں سوائے کافی کے کچھ نہیں ہوتا۔ کافی صرف ایک عادت کے طور پر لی جاتی ہے اس کے کوئی فائدے نہیں البتہ نقصانات ہو سکتے ہیں۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1)

نظم کی تشریح

شاعر کا نام : فیض احمد فیض

نظم کا نام : نثار تیری گلیوں پہ اے وطن

مفہوم :- شاعر کہتا ہے کہ ازل سے یہ رواج ہے کہ خلق پر ظلم ہی ہوتا آیا ہے اور نہ ان کا طریقہ بدلا اور نہ مظلوموں کی ریت بدلی اور مظلوموں نے ہمیشہ ہی اس ظلم و ستم کے خلاف آواز کو بلند رکھا اور نہ ان کی یاد اور نہ مظلوموں کی جبیت میں کوئی تبدیلی آئی۔ میں اسی سب سے اے وطن ہم تیری جدائی میں خود کو مایوس نہیں ہونے دیتے کہ ایک دن سورج ضرور طلوع ہوگا۔

تشریح :-

یہ بند فیض احمد فیض کی نظم "نثار تیری گلیوں کے اے وطن" لے لیا گیا ہے جس میں شاعر وطن کی جدائی میں اپنے وطن عزیز سے عقیدت کے بارے میں بتا رہے ہیں۔ اس نظم میں شاعر نے راول پنڈی جیل کے واقعے کو بیان کیا ہے اور یہ نظم ظالم حکمرانوں کے خلاف بولنے اور حق بات کرنے کی وجہ سے فیض کو راول پنڈی جیل میں ڈال دیا گیا تھا تو یہ نظم انہوں نے قید و بند میں لکھی۔

تشریح طلب بند میں شاعر کہتا ہے کہ اس دنیا کا دستور بن گیا ہے کہ حکمران اپنی عوام پر ظلم کرتے آ رہے ہیں۔ یہ ازل سے بات ہے بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ مظلوموں میں ہمیشہ ایسے ہی ظلم و ستم کی چکی میں پیسا گیا۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2)

حکمران پہلے عوام کو اپنے وعدوں کے جال میں پھنسا کر اور بعد میں ان پر ظلم و ستم کرتے ہیں اور جو ان کے خلاف بولتا ہے اسے قید میں ڈال دیا جاتا ہے۔ نہ ہی ظالموں کے ظلم میں کوئی تبدیلی آئی اور نہ مظلوموں کی قسمت میں کوئی تبدیلی آئی۔

؎ جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

شاعر کہتا ہے کہ وطن کے وفادار اور جرات مند لوگوں نے ہمیشہ ظالموں کے خلاف آواز کو بلند رکھا ہے اور امید کی شمع کو ہمیشہ جلائے رکھا ہے۔ اور کبھی ظالموں کے سامنے نہیں جھکے اور نہ مظلوموں کو جھکنے دیا۔ اور ظالموں کو کبھی فتح نصیب نہیں ہوئی کیونکہ باطل ایک نہ ایک دن مٹ جاتا ہے اور یہ ازل سے ثابت ہوتا آرہا ہے اور مظلوموں کی فتح ہوتی ہے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں۔

؎ ہر حال میں حق بات کا اظہار کرے گئے
ہم بیں تو سرِ دار کرے گئے۔

شاعر کہتا ہے کہ اے وطن ہم اس سب سے بے فکر کا شکوہ نہیں کرتے کیونکہ ایک دن سچائی کا سورج ضرور طلوع ہوگا اور حق کی فتح ہوگی بس یہی سوچ کر ہم تیری جدائی میں بھی تجھ سے محبت کرتے ہیں اور اپنا دل مایوس نہیں ہونے دیتے۔ کہ ایک دن ہم بھی تیری فضاؤں میں سانس لے گئے۔

؎ دل نا امید نہیں، بجا ناکام ہی تو ہے
لمبی ہے غم کی شام، مگر شام ہی تو ہے

غزل کی تشریح

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1)

شاعر کا نام : علامہ محمد اقبال

غزل کا نام : ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔

مفہوم:-

شاعر کہتا ہے کہ اس دنیا سے آگے بھی دنیا ہے اور ابھی عشق کے مراحل طے کرنا باقی ہیں۔

تشریح:- یہ شعر علامہ محمد اقبال کی نظم سے لیا گیا ہے۔ علامہ محمد اقبال کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ اقبال ایک خودی پسند شاعر ہیں اور وہ جدوجہد کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ انسان کی آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں یہ سب حقیقت نہیں بلکہ یہ ایک دھوکہ ہے۔ "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ انسان جو کچھ دیکھتا ہے اور جو کچھ حاصل کرتا ہے یہ اس کی منزل نہیں ہے بلکہ اس کی منزل تو ابھی باقی ہے۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیے اُسے اپنی بصیرت کو وسیع اور اپنے حوصلے بلند کرنے ہوں گے۔ "عشق" اقبال کی شاعری میں بہت سے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اقبال کی شاعری میں عشق سے مراد خودی کو پہچاننے کے لیے بہت ضروری ہے۔ عشق کے بغیر انسان کچھ حاصل

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2)

نہیں کر سکتا۔ اگر انسان کسی چیز سے عشق کر لیتا ہے تو وہ اُسے پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے تو اقبال نوجوانوں کو عشق کی حقیقی منزلوں تک لے کر جانا چاہتا ہے کیونکہ عشق کی امتحان اور بھی ہیں۔

ے منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر۔

شعر کا مفہوم: شاعر کہتا ہے کہ اس دنیا کی چھوٹی چھوٹی اور رنگینی کو دیکھ کر خوش نہ ہو کیونکہ اس دنیا میں چمن اور آشیاں اور بھی ہیں۔

تشریح: اس شعر میں شاعر علامہ اقبال نوجوانوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اس دنیا کی رنگینی اور چھوٹی چھوٹی کامیابی سے مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ تمہیں اور منزلوں کی تلاش کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ دنیا رازوں سے بھری پڑی ہے۔ اور اس کی تسخیر کے لیے ضروری ہے کہ تم خودی کو جانو اور جدوجہد کو اپناؤ اور بہتر سے بہترین کی تلاش کرو۔ کیونکہ اس دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ یہاں ہزاروں آشیاں اور چمن ہیں۔ اور یہ سب تمہارے لیے ہیں بس ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے لیے محنت، لگن اور خودی کی ضرورت ہے۔

ے خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 3)

شعر ہے: تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں۔

مفہوم:- شاعر کہتا ہے کہ شاہیں کا کام صرف پرواز کرنا اور اپنا جہاں خود پیدا کرنا ہے اور تم ایک شاہین ہو۔

تشریح:- شاہین اقبال کا سب سے پسندیدہ پرندہ ہے کیونکہ شاہین کے اندر وہ صفات ہیں جو کسی دوسرے پرندے میں نہیں۔ شاہین بلند پرواز ہے کسی کا شکار نہیں کرتا، آشیانہ نہیں بناتا، تیز نگاہ والا پرندہ ہے۔ اور اقبال نوجوانوں کو شاہین سے تشبیہ دیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اے نوجوانوں تم شاہین ہو اور تمہارا کام صرف پرواز کرنا ہے۔ تمہارا کام صرف محنت کرنا، خودی کو پہچاننا اور اپنی جدوجہد کو بڑھانا ہے۔ تم شاہین کی طرح اپنا راستہ خود بناؤ اور اپنا شکار خود کرو یعنی لوگوں کے بنائے ہوئے راستوں میں مت چلو۔ جب انسان کسی چیز کو حاصل کرنے کا پختہ عزم کر لیتا ہے تو قدرت اس کے لیے راستے خود بناتی ہے۔

؎ پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور شاہیں کا جہاں اور

؎ عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1) — تہنیت ناصہ

عنوان: "بھائی کے نام امتحان میں شاندار کامیابی پر"

امتحانی مرکز،
اربیہ ج
۱۵- مئی، ۲۰۲۴

پیارے بھائی جان!

السلام علیکم!

اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے۔ آپ کی امتحان میں کامیابی کی خبر ملی۔ سن کر بے حد خوشی ہوئی اور فخر بھی کے میرا بھائی امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہوا۔ مجھے آپ پر پورا بھروسہ تھا کہ آپ ضرور کامیاب ہوئے کیونکہ آپ کی امتحانی تیاری کے بارے میں مجھے آگاہی ملتی رہتی تھی۔ آپ نے امتحان کے دنوں میں خوب محنت کی تھی۔ تو کامیابی کیسے نہ ملتی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"انسان کو وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ محنت کرتا ہے"

آپ نے امتحان میں کامیابی کے لیے خوب محنت کی تھی تو اللہ نے آپ کی اس کا پھل بھی عطا کر دیا۔ یقین کریں میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں کس قدر خوش ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔

"محنت کا پھل ضرور ملتا ہے"

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2)

آپ کی کامیابی صرف آپ کے لیے فخر کی بات نہیں
بلکہ آپ کے والدین اور خاندان کے لیے بھی فخر کی بات ہے۔
آخر میں میری طرف سے بہت بہت مبارک باد آپ کو اور
آپ کی فیملی کو بھی۔ اللہ آپ کو آگے بھی محنت کرنے کی
توفیق دے اور آپ کو کامیابی سے نوازے۔ آمین۔
سب گھر والوں میں میری طرف سے سلام!
والسلام
آپ کا بھائی
ا۔ ب۔ ج

15۔ مئی 2024ء

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1)

مضمون

برداشت اور رواداری

برداشت سے مراد یہ ہے کہ کسی دوسرے کے خیالات اور رائے کو صبر کے ساتھ قبول کر لینا یعنی اگر کسی کے خیالات اور رائے آپ کے خلاف ہیں یا آپ کے نزدیک یہ غلط ہیں تو آپ کو صبر کے ساتھ اس برداشت ہونا چاہیے۔ اور رواداری سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کی خواہ وہ کسی بھی مذہب یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں سب کے ساتھ برابری اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا۔ اسلام میں برداشت اور رواداری کی بہت اہمیت ہے۔ اسلام ہمیں صبر اور رواداری کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔

"غصہ انسان کی عقل کھا جاتا ہے"

یعنی اگر انسان برداشت نہیں کرتا اور چھوٹی سے چھوٹی بات پر لڑنا شروع کر دیتا ہے تو اس سے معاشرے میں کبھی امن اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات کبھی بروان نہیں چڑھ سکتے۔ کیونکہ غصے کی حالت میں شیطان انسان پر حاوی ہو جاتا ہے اور انسان اکثر غصے کی حالت میں غلط کام یا فیصلے کر دیتا ہے اس لیے اسلام نے غصے کی حالت میں خود پر قابو پانے اور برداشت کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

"غصے کی حالت میں خود پر قابو رکھو کیونکہ غصہ حرام ہے اور حرام چیز نقصان دیتی ہے۔"

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2)

برداشت کرنے سے کوئی چھوٹا یا بڑا نہیں ہوتا بلکہ آپس میں اتحاد اور ایک دوسرے کی بات سننے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ معاشرے میں امن پیدا ہوتا ہے اور ہر کسی کو اپنی بات کہنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ برداشت کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ مجلس سے خطاب کر رہے تھے کہ اچانک ایک بلوہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے عمرؓ تم نے ہم سب کو کم کپڑا دیا اور خود سب سے زیادہ کپڑا لیا اور پوری قمیص کے برابر کپڑا لیا ہے تو حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو بلوایا اور ان کے بیٹے نے آکر اپنے بتایا کہ میں نے اپنے حصے کا کپڑا اپنے بابا کو دیا ہے کیونکہ ان کے حصے کے کپڑے سے ان کی قمیص نہیں بنتی تھی تو تم سب کو نہیں آیا اس وقت عمرؓ حاکم وقت تھے۔

اگر اس وقت وہ چاہتے تو اس بندے کو زندان میں بھی ڈال سکتے تھے مگر آپؓ نے صبر اور برداشت سے کام لیا اور دوسروں کی بات سنی اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا۔ اسی طرح آپؐ نے برداشت اور صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ترجمہ:- اور جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو صبر کرو اور اپنے رب سے مدد طلب کرو، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے"

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3)

اسی طرح رواداری بھی اسلام کے سنہری اصولوں میں سے ایک ہے۔ رواداری کرنے سے معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کی رائے سننے اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ باہمی مشاورت سے معاشرتی مسائل کا حل نکال سکتے ہیں۔ ملک میں بدامنی کا خاتمہ ہوگا اور امن کی فضا قائم ہوگی۔

اگر رواداری اور برداشت نہ ہو تو ہر طرف نفرت اور لڑائی جھگڑے ہونگے، امیر اور غریب، مسلم، غیر مسلم ایک دوسرے کا دشمن بن جائینگے اور ملک میں امن و امان کی فضا ختم ہو جائے گی اور ملک انتشار میں ڈوب جائے گا۔ ملکی معیشت تباہ ہو جائے گی اور ملک تباہی کی طرف جائے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر انسان کو بولنے کا حق دینا چاہیے اور اس کی رائے کا احترام کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے نبی! جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ لائے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما دیجئے اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئیے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

رواداری ہمیں یہی تعلیم دیتی ہے کہ ہم سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ ایک اسلامی ریاست میں انصاف اور رواداری دونوں اصول ہیں۔ اسلامی ریاست انصاف کے دونوں اصول پر ہی چلتی ہے۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 4)

رواداری کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودی اور مسلمان کے درمیان لڑائی ہوئی اور مقدمہ آپؐ کے پاس لایا گیا۔ مسلمان کو امید تھی کہ فیصلہ اس کے حق میں ہوگا۔ چنانچہ آپؐ نے دونوں فریقین کے بیانات سنے اور فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ اسلام میں انصاف نسل، ذات یا عقیدے یا مذہب کی بنیاد پر نہیں بلکہ سچائی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ برداشت اور رواداری کے بغیر اس دنیا میں سکون قائم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اقوام کی ترقی ہو سکتی ہے۔ اگر انسان بے ایمانی اور عدم برداشت سے کام لیتا ہے تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

آپؐ کا فرمان ہے:

"کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔"

سب انسان برابر ہیں اس لیے سب کو برابر حقوق ملنے چاہیے۔

سبق: ہمیں صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا۔